

مرزا انجینئر کے متعلق جامعہ بنوریہ کے فتوے کا شرعی تجزیہ

مَعَہٗ

18 مفتیان کرام کی تصدیقات و تائیدات

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع: مرزا انجینئر کے متعلق جامعہ بنوریہ کے فتوے کا شرعی تجزیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرزا جہلمی سے ایک پوڈ کاسٹ میں اینکر نے کہا: "جب میں یہاں آیا تو دو صاحب ملے سلام دعا کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ ایتھے کتھے (یہاں کیسے)؟ یہ تو بڑا دو نمبر آدمی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ آپ کے ارد گرد اور آپ کے اپنے علاقے میں رہنے والے یہ رائے رکھتے ہیں، آپ کے بارے میں یہ رائے کیوں ہے؟"

اس کے جواب میں مرزا نے کہا: "نہیں، نہیں، ہونی چاہیے، اس سے زیادہ آج دنیا میں 8 ارب کی آبادی میں 6 ارب سے زیادہ لوگ نبی علیہ السلام کو بھی یہی سمجھتے ہیں، صرف 2 ارب لوگ ہیں ان کے ماننے والے، تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، انسانی تاریخ کا سب سے کامیاب ترین انسان آج پلینٹ ارتھ پر 6 ارب لوگ ان کو پیغمبر ہی نہیں مانتے، 2 ارب کرسچن انہیں دجال کہتے ہیں نعوذ باللہ، تو کیا فرق پڑتا ہے، نبی علیہ السلام کی ذات تو اپنی جگہ موجود ہے۔" مزید کہتا ہے: "اگر ایک شخص کرسچن ہے تو وہ میرے نبی کو دجال سمجھ رہا ہے لیکن مجھے قرآن اجازت دے رہا ہے کہ میں اس کی عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہوں۔"

جب اس پر مسلمانوں کی طرف سے اعتراض ہوا تو اس نے پھر دوسرے کلپ میں اس لفظ کی تاویل کرتے ہوئے کہا کہ دجال کذاب (جھوٹے) کو کہتے ہیں تو چونکہ عیسائی بھی حضور کو معاذاللہ کذاب ہی سمجھتے ہیں لہذا اس اعتبار سے حضور علیہ السلام کو دجال کہا تھا اور اس سے کانا دجال والا معنی مراد نہیں لیا تھا۔

مسلمان عوام اور علماء کرام کا جب اس پر سخت رد عمل آیا اور کئی مفتیان کرام نے انجینئر مرزا کے خلاف فتویٰ دیا تو یہی مسئلہ جب دیوبندیوں کے دارالافتاء بنوری ٹاؤن سے پوچھا گیا تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ قائل نے یہ لفظ عیسائی کمیونٹی کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے اور اس لفظ کی لغوی تاویل بھی موجود ہے لہذا گستاخی و کفر کا حکم نہیں لگے گا۔ عند الشرع ارشاد فرمائیں کہ بنوری ٹاؤن کا فتوی درست ہے یا غلط؟ اگر وہ غلط ہے تو دلائل سے ثابت کریں اور جو بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں دلائل دیے گئے ہیں ان کے بھی جوابات عطا فرمائیں تاکہ امت مسلمہ صحیح طور پر اس مسئلہ کو سمجھ سکے اور کنفیوژن نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لفظ "دجال" استعمال کرنا صریح کفر و گستاخی، سخت ایذاء رسول اور گالی ہے۔ مرزا انجینئر کا اس گستاخی کو عیسائیوں کی طرف منسوب کرنا جبکہ اُن کے مذہب میں ایسا کہنا یا ماننا ثابت ہی نہیں تو یہ مرزا کی طرف سے کہنا شمار کیا جائے گا۔ بالفرض اگر یہ لفظ عیسائی مذہب سے ثابت بھی ہو تا تب بھی مرزا کا اسے اس انداز سے بیان کرنا گستاخی ہی تھا، اور اس کی تفصیل فتوے میں آ رہی ہے۔

بنوری ٹاؤن کا فتوی شرعاً، عقلاً اور منصبِ افتاء کے اعتبار سے بالکل غلط ہے۔ فتوی میں جواب کی عبارت میں بھی کئی کمزوریاں ہیں اور کئی عربی جزئیات بے ربط و غیر متعلقہ ہیں۔ تفصیل کچھ یوں ہے:

لفظ دجال عیسائیوں کی طرف سے حکایت کرنا:

بنوری ٹاؤن کے فتویٰ کے شروع میں لفظ دجال پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے:"لہذا عیسائی مذہب کا سہارا لیکر ایک مزعومہ تصور کی بنیاد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دجال کا لفظ استعمال کرنا مسلمانوں کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی پر مبنی ہونے کی وجہ سے قطعادرست نہیں۔"

ایک مفتی کا کام کسی مسئلہ کو شریعت کی روشنی میں دیکھنا ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایک مسئلہ کو عوامی اشتعال انگیزی کو مدنظر رکھ کر فتوی صادر کرے۔جب فتویٰ میں یہ مان لیا گیا ہے کہ یہ مرزا نے عیسائی مذہب کا سہارا لیکر ایک مزعومہ تصور کی بنیاد پر یہ لفظ حضور علیہ السلام کے لیے استعمال کیا ہے تو اس کا شرعی حکم بیان کرنا چاہیے تھا جو کہ مستند کتب میں موجود ہے لیکن فتویٰ میں اس کو نظر انداز کیا ہے۔الشفاء نامی مستند کتاب(جو دیوبندیوں کے ہاں بھی معتبر ہے)میں یہ صاف لکھا ہے:"وان اتهم هذا الحاكي فيما حكاه انه اختلقه ونسبه الى غيره او كانت تلك عادة له او ظهر استحسانه لذلك او كان مولعا بمثله والاستخفاف له او التحفظ لمثله وطلبه ورواية اشعار هجوه صلى الله عليه وسلم وسبه فحكم هذا حكم الساب نفسه يؤاخذ بقوله ولا تنفعه نسبته الى غيره فيبادر بقتله ويعجى الى الهاوية امه وقد قال ابو عبيد القاسم بن سلام فيمن حفظ شطر بيت مما هجي به النبي صلى الله عليه وسلم فهو كفر"ترجمہ:اور اگر یہ حکایت کرنے والا اس حکایت کیے ہوئے سے متعلق متہم ہو کہ اس نے یہ خود گھڑا ہے اور اس کو کسی اور کی طرف منسوب کر دیا ہے یا یہ کہ ایسا کرنا اس کی عادت ہے یا اس کا اس بات کو پسند کرنا ظاہر ہو جائے یا وہ ان باتوں کا شوق رکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف اور آپ کی ہجو کا سننے والا ہے اور ان کو محفوظ کرنے،یاد رکھنے یا سننے یا اشعار کو جمع کرنے میں مشغول ہے تو اس کا حکم قصداً گالی دینے والے کی طرح ہے۔اس کے قول کا مواخذہ کیا جائے گا اور دوسرے کی طرف منسوب کرنا اسے فائدہ نہیں دے گا۔نہ ہی اس سے نجات پائے گا اور اسے فوراً قتل کر کے جلد از جلد جہنم کی طرف بھیج دیا جائے۔اور امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس شعر کے آدھے مصرعے کو بھی یاد رکھے جس میں نبی کریم ﷺ کی ہجو (برائی) کی گئی ہو تو وہ کفر ہے۔ (الشفا،فصل الوجه السادس،جلد2،صفحة534، دار الفيحاء،عمان)

اس عبارت میں صاف لکھا ہے کہ اگر کوئی گستاخانہ جملہ بولے اور بطور جھوٹ اسے کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے تب بھی گستاخِ رسول قرار پائے گا اور سزا کا مستحق ہو گا،اور عیسائیوں کا دجال کہنا ثابت نہیں تو اب یہ مرزا کی طرف سے جھوٹ اور گستاخی شمار ہوا۔پھر عبارت میں لکھا ہے کہ پہلے بھی اگر اس کا یوں گستاخی کر کے کسی کی طرف منسوب کرنا عادت ہو تو وہ بھی قصداً گالی دینے والے کی طرح ہے۔مرزا انجینئر نے اس واقعہ سے پہلے بھی حضور علیہ السلام کے لیے لفظ"چھوکرا" بولا اور اسے یہود کی طرف منسوب کر دیا،بعد میں یہودیوں سے یہ لفظ ثابت نہیں کر پایا تھا۔

بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں مرزا کو بری کرنا:

بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں لکھا ہے:"اگر قائل نے از خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لفظ دجال کا استعمال کرنے کی بجائے مسیحی کمیونٹی کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے یہ لفظ استعمال کیا ہو تو اس وضاحت اور تاویل کے بعد اس پر کفر وارتداد کا حکم لگا کر گستاخ رسول قرار نہیں دیا جاسکتا ہے تاہم آئندہ کے لیے اشتعال انگیزی اور فتنے کے اندیشے کی وجہ سے ایسی گفتگو کرنے سے اجتناب لازم ہے۔"

اس کا جواب اوپر دیا جاچکا ہے کہ کسی کی طرف سے جھوٹی حکایت کر کے گستاخی کرنا قائل کی اپنی گستاخی ہی مراد ہو گی۔مرزا جہلمی نے خود

نوپر شرما (جس ہندو عورت نے حضور علیہ السلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر نازیبا کلمات کہے تھے) کے مسئلہ میں اس کے بیان کو گستاخی قرار دیا تھا۔ویڈیو لنک پیش خدمت ہے:

(https://www.youtube.com/watch?v=4lkQxVmx8l4)

حالانکہ نوپر شرما اور دیگر ہندو یہی کہتے تھے کہ یہ مسلمانوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔نوپر شرما نے تو وہی بیان کیا ہے جو وہاں لکھا ہوا ہے۔لیکن مرزا انجینئر سمیت تمام مسلمانوں نے نوپر شرما کے اس بیان کو گستاخی قرار دیا تھا۔

نیز بالفرض اگر عیسائی یہ کلمہ بولتے بھی ہوتے تب بھی مرزا کا اس انداز سے یہ کلمات کہنا جائز نہ تھا کہ وہاں یہ گفتگو کرنے کی حاجت ہی نہ تھی۔بلکہ اگر مرزا کا وہ بیان بغور سنا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مقام پر اپنا دفاع کر رہا تھا اور اپنے دفاع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کو اس انداز سے پیش کر رہا ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کمتر ثابت ہو رہی ہے کیونکہ جب وہ بار بار بول رہا ہے کہ "**وہ عیسائی عورت اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دجال (معاذ اللہ) سمجھے لیکن قرآن پھر بھی اس سے نکاح کی اجازت دے رہا ہے**"اس بات کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ حضور علیہ السلام کی معاذ اللہ کوئی اہمیت و حیثیت ہی نہیں کہ قرآن ان کی عزت کی معاذ اللہ پرواہ نہیں کر رہا اور اس گستاخ عورت سے نکاح کی اجازت دے رہا ہے،حالانکہ قرآن ایسی گستاخ عورت سے نکاح کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی،544ھ) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی میں فرماتے ہیں:"فليس التفكه بعرض رسول الله ﷺ والتمضمض بسوء ذكره لاحد، لا ذاكرا ولا اثرا لغير غرض شرعي بمباح "ترجمہ:پس رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کے بارے میں ہنسی مذاق کرنا اور آپ کا برے لفظوں میں ذکر زبان پر لانا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے نہ (خود) کہنے والے کے لیے اور نہ ہی کسی اور سے (نقل کر کے) بیان کرنے والے کے لیے،جب تک کہ کوئی واضح شرعی مقصد نہ ہو۔

(شفاء شريف،القسم الرابع، جلد 2،صفحه 245، دار الفيحاء ،عمان)

اس عبارت میں صراحت ہے کہ اگر کسی نے گستاخی والا جملہ بولا بھی ہو اور نقل کر کے بیان کرنے والا اگر اس گستاخانہ جملے کو بغیر کسی صحیح مقصد کے بیان کرے تو یہ بھی گستاخی ہے کہ اس کلام میں حضور علیہ السلام کی کوئی عزت و توقیر نہیں ہے۔اب مرزا کا اپنی ذات کے دفاع میں حضور علیہ السلام کا ذکر کرنا اور یہ گستاخانہ کلمات بولنا بے مقصد تھا۔شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ میں محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی،1122ھ) فرماتے ہیں:"عن حبيب بن الربيع؛ لأن ادعاءه التاويل في لفظ صراح لا يقبل، وهو غير معزر لرسول الله ﷺ، ولا موقر له، فوجب إباحة دمه"ترجمہ:حبیب بن الربیع کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ:اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے بارے میں صریح اور واضح توہین آمیز لفظ استعمال کرے،تو اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں ہوگا کہ وہ اس کی کوئی اور تاویل کر رہا تھا کیونکہ یہ طرزِ کلام نہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے اور نہ ہی آپ کی توقیر۔لہٰذا اس کا خون مباح قرار دینا واجب ہے (یعنی اس کی سزا قتل ہے)۔

(شرح الزرقانی ،تابع المقصد الرابع،جلد4،صفحه نمبر 332،دارالكتب العلميه،بيروت)

مستند کتب میں موجود ہے کہ قرآن و حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اجتہادی خطا پر موجود واقعات کو تلاوت اور حدیث کے علاوہ بیان کرنا ناجائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے:"**درقرآن مجید بآدم نسبت عصیان کرده وعتاب نموده مبنی برعلوشان قرب اوست ومالک رامیرسدکه برترک اولی وافضل اگرچه بحدمعصیت نرسد به بندئه خودهرچه خواهد بگویدوعتاب نمایددیگری**

رامجال نه که تواندگفت واینجا ادبی ست که لازم ست رعایت آن وآن انیست که اگر از جانب حضرت به بعض انبیا که مقربان درگاه اند عتابی وخطابی رودیا از جانب ایشان که بندگان خاص اویند تواضعی وذلتی وانکساری صادر گردد که موهم نقص بود مارانبایدکه دران دخل کینم وبدان تکلم نمائیم" ترجمہ: قرآن مجید میں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیاں ونافرمانی کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایاوہ حضرت آدم علیہ السلام کے خدائے تعالی کے مقرب ہونے اور ان کی بلندی شان پر مبنی ہے اور مالک کو حق پہنچتا ہے کہ اولی وافضل چیز کے ترک کرنے پر اگرچہ وہ معصیت کی حد تک نہ پہنچے اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے اور عتاب کرے دوسرے کسی کو کچھ بھی کہنے کی مجال نہیں ہے یہ نہایت ادب کا مقام ہے جس کا لحاظ ضروری ہے اور وہ ادب یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کی جانب سے بعض انبیاء علیہم السلام پر جو اس کی درگاہ کے مقرب ہیں عتاب نازل ہو یا ان کی طرف خطا کی نسبت کی گئی ہو یا خود ان انبیاء علیہم السلام کی طرف سے جو کہ اس کے خاص بندے ہیں تواضع، عاجزی وانکساری کی بات صادر ہو جس سے ان میں نقص وعیب کا وہم پڑتا ہو، تو ہم بندوں کو اس میں دخل دینے یا اسے زبان پر لانے کی ہر گز اجازت نہیں۔ (أشعة اللمعات، كتاب الإيمان، الفصل الأول، جلد 1، ص43)

امام ابوعبداللہ قرطبی تفسیر میں اس آیت: ﴿وَطَفِقَا یَخۡصِفٰنِ عَلَیۡہِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّۃِ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:"قال القاضي أبو بكر بن العربي رحمه الله تعالى: لا يجوز لأحد منّا اليوم أن يخبر بذلک عن آدم عليه الصّلاة والسّلام إلاّ إذا ذكرناه في أثناء قوله تعالى عنه أو قول نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم، فأمّا أن نبتدئَ ذلک من قبل أنفسنا فليس بجائز لنا في آبائنا الأدنين إلينا المماثلين لنا فكيف بأبينا الأقدم الأعظم الأكبر النبي المقدم صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى جميع الأنبياء والمرسلين"یعنی قاضی ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا: اب ہم میں سے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں ایسی کوئی بات کرے، مگر یہ کہ جب ہم ان کا ذکر کریں تو (اسی طرح کریں) جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ان کے بارے میں ہے، یا پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فرمان ذکر کریں جو ان کے بارے میں منقول ہے۔ البتہ اگر ہم اس کی ابتدا اپنی طرف سے کریں تو یہ ہمارے لیے اپنے ان آباءو اجداد کے بارے میں بھی جائز نہیں جو ہم سے قریب ترین اور ہم جیسے ہیں تو ہمارے سب سے پہلے، سب سے عظیم، سب سے بڑے نبیِ مقدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کے بارے میں کیسے جائز ہو سکتا ہے؟(الجامع لاحكام القرآن، پاره 16،آيت 121، جلد 11، صفحه 254، مطبوعه:دار الكتب المصريه ،قاهره)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدری ابن الحاج اپنی کتاب "مدخل" فرماتے ہیں:" قد قال علماؤنا: نبي من الأنبياء عليهم الصّلاة والسلام في غير التلاوة والحديث: أنّه عصى أو خالف فقد كفر، نعوذ بالله من ذلک"یعنی ہمارے رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے کسی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں تلاوت اور حدیث کے علاوہ کہا کہ انہوں نے نافرمانی کی یا حکمِ خداوندی کی مخالفت کی تو وہ کافر ہو گیا، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (المدخل ج 2 ص 14، مكتبه دارالتراث، قاهره)

جب قرآن وحدیث میں موجود انبیاء علیہم السلام کے چند واقعات بلاوجہ بیان کرنا بے ادبی ہے تو اگر عیسائیوں نے ایسا کچھ کہا بھی ہوتا تو مرزا کا یوں بلاوجہ اسے بیان کرنا گستاخی ہی تھا۔

بنوریہ کے فتویٰ کی عبارت میں ہے: "اس وضاحت اور تاویل کے بعد اس پر کفر وارتداد کا حکم لگاکر گستاخ رسول قرار نہیں دیا جاسکتا ہے تاہم آئندہ کے لیے اشتعال انگیزی اور فتنے کے اندیشے کی وجہ سے ایسی گفتگو کرنے سے اجتناب لازم ہے۔"

یہاں مرزا کے مکمل بیان کو درست قرار دیتے ہوئے اس کو بری کر دیا ہے اور آئندہ ایسی گفتگو سے فقط "اشتعال انگیزی" کے سبب بچنے کا

کہا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ شرعا اس میں کوئی حرج نہیں آئندہ بھی چاہے ایسا بولے تو شرع اس کی گرفت نہیں کرتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی بھی مذہب کا نام لیکر جو مرضی گستاخی کرو تو شرعا حرج نہیں۔ استغفر اللہ۔

بنوریہ کے مذکورہ فتوی کو غلط ثابت کرتے ہوئے اسی کا ایک دوسرا فتوی پیش خدمت ہے:

سوال

میں نے ایک واقعہ سنا ہے کہ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایک شخص نے کہا کہ مجھے کدو پسند نہیں ہے تو حضرت عمر نے اس کے خلاف تلوار نکال لی"۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟

جواب

یہ واقعہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کہیں نہیں ملا۔ البتہ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں مذکور ہے کہ اس جیسا ایک واقعہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مجلس میں پیش آیا تھا، جب یہ روایت مجلس میں سنائی گئی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند کرتے تھے، تو ایک شخص نے کہا کہ میں تو پسند نہیں کرتا، تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے تلوار نکالی اور کہا کہ تجدید ایمان کرو، ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ لیکن واضح رہے کہ کسی شخص کو طبعی طور پر کدو پسند نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہوگا، حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا یہ رد عمل اس وجہ سے تھا کہ اس شخص کے جملے سے بظاہر سنت کی توہین محسوس ہو رہی تھی۔

"ونظيره ما وقع لأبي يوسف حين روي أنه عليه السلام كان يحب الدباء، فقال رجل: أنا ما أحبه فسل السيف أبو يوسف وقال: جدد الإيمان وإلا لأقتلنك"(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: باب الجماعة وفضلها (846 /3)، ط . دار الفكر، بيروت ، الطبعة الأولى1422 :ھ2002 = م)

فقط واللہ اعلم

فتوی نمبر 144504100431 : دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

بنوریہ کے اس فتویٰ کو قارئین بغور پڑھیں کہ بنوریہ والے لکھ رہے ہیں کہ **"اس جملے میں بظاہر سنت کی توہین محسوس ہو رہی تھی"** جب بظاہر توہین محسوس ہو تو اتنا سخت حکم ہے تو جو بدبخت واضح گالی والے الفاظ بولے اسے کیوں گستاخ قرار نہیں دیا جارہا؟

بنوری فتویٰ میں موجود قرآنی آیت:

جامعہ بنوریہ کے فتویٰ میں جواب کی عبارت کے بعد دلائل میں سب سے پہلے قرآن کی یہ آیت پیش کی گئی ہے:

"وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ"

اس آیت کا فتویٰ کے ساتھ کوئی ربط ہی نہیں بن رہا یہ آیت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت حضور علیہ السلام کے متعلق دی تھی وہ ہے۔ اس آیت کو لکھنے کا بظاہر مقصد بنوریہ والوں کا یہی لگ رہا ہے کہ عام عوام یہی سمجھے کہ فتویٰ قرآن کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔

فتویٰ میں موجود حدیث اور اس کی شرح:

صحيح البخاري:(8/ 101)

6478حدثني عبد الله بن منير سمع أبا النضر: حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله يعني ابن دينار، عن أبيه، عن أبي

صالح، عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: »إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله لا يلقي لها بالا، يرفع الله بها درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالا، يهوي بها في جهنم.

الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري:(5 /23)

(لا يلقى لها بالا) أي لا يلتفت إليها خاطره ولا يعتد بها ولا يبالي بها وهو مقارب لقوله تعالى(وتحسبونه هينًا وهو عند الله عظيم)و (من رضوان الله)أي مما رضي الله تعالى به و)من سخط الله (أي مما لم يرض به قالوا هي مثل الكلمة عند السلطان تصير سببا لمضرة شخص وإن لم ير ذلك أو الكلمة التي يدفع بها مظلمة وإن لم يقصده

اس حدیث کا بھی فتویٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بن رہا ہے اس حدیث میں تو فرمایا جارہا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی بات بولتا ہے اور اس کی طرف دھیان نہیں دھر تا یعنی اس کے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس سے اتنا ناراض ہو گا، اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں گر تا ہے۔ یہ حدیث تو مرزا کے متعلق تب درست ثابت ہوتی جب اس کے بیان کو شرعی اعتبار سے قابل گرفت کہا گیا ہو تا جبکہ بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں تو مرزا کو گناہ گار تک نہیں کہا گیا بلکہ عوام میں اشتعال انگیزی کے سبب صرف اجتناب کرنے کا کہا گیا ہے۔

بنوری فتویٰ میں فتاویٰ ہندیہ کا جزئیہ:

الفتاوى العالمكيرية = الفتاوى الهندية:(2/ 283)

وما كان خطأ من الألفاظ، ولا يوجب الكفر، فقائله مؤمن على حاله، ولا يؤمر بتجديد النكاح والرجوع عن ذلك كذا في المحيط.

جامعہ بنوری کا یہ جزئیہ پیش کرنا بھی بالکل عجیب ہے۔ دلیل تو فتویٰ میں یہ دینی چاہیے تھی کہ "اگر کوئی گستاخانہ جملہ کسی کی طرف منسوب کر کے بولے جبکہ وہ جملہ اس بندے نے بولا ہی نہیں تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں، کہنے والا بری ہو جائے گا"، اور اس پر کوئی ایک جزئیہ بھی پیش نہیں کیا جبکہ بنوریہ والوں نے فتاوی ہندیہ کا جو جزئیہ لکھا ہے یہ تو تب پیش کیا جاتا ہے جب کہنے والے کے منہ سے غلطی سے کوئی غیر شرعی لفظ نکل جائے۔ یعنی کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور منہ سے کچھ اور نکل گیا جیسا کہ جزئیہ کے شروع میں ہی لکھا ہے: "وما كان خطأ من الألفاظ" جبکہ یہاں مرزا نے قصدا بار بار یہ گستاخانہ جملہ دہرایا ہے۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ یہ ہے کہ مرزا انجینئر نے واضح گستاخی کی ہے اور عیسائی مذہب کی طرف سے منسوب کر کے ایک گستاخانہ جملہ حضور علیہ السلام کے لیے بولا ہے۔ اگر یہ عیسائیوں کی کتب سے ثابت بھی ہو تا تو جس انداز سے اس نے یہ بیان کیا ہے اس میں حضور علیہ السلام کی شان میں تنقیص پائی جارہی ہے جو کہ گستاخی ہے۔

جامعہ بنوریہ کا یہ فتوی بالکل غلط ہے، باطل عقائد سے رجوع کے ساتھ اس سے بھی رجوع کرنا ان پر لازم ہے۔ اس میں فتویٰ نویسی کے اصولوں کو یکسر نظر انداز کر کے غیر متعلقہ عربی عبارتوں کو اس فتوی کا حصہ بنا کر یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ "فتوی شرعی دلائل کی روشنی میں لکھا گیا جن سے ثابت ہو تا ہے کہ مرزا انجینئر بے گناہ ہے"۔ اس طرح کا فتویٰ بدزبان اور گستاخ لوگوں کے لیے پشت پناہی کا باعث ہو تا ہے اور بے دین لوگ جو 295 C قانون کے مخالف ہیں اور اسے اس آڑ میں یہ قانون ختم کروانا چاہتے ہیں کہ اس قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے، ان کے اس باطل نظریہ کو تقویت دینا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

كَتَبَہ

ابو معین مفتی مبین رضوی

26ربیع الاول 1447ھ بمطابق 19 ستمبر 2025ء

نظر ثانی وترمیم:

ابو احمد مفتی محمد انس رضا قادری

منجانب: الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی (آن لائن)



دیگر مفتیان کرام کی تائیدات

ابو اطہر مفتی محمد اظہر صاحب

مفتی ابو الحسن محمد حق نواز مدنی

مفتی ابو معاویہ محمد یاسر عباسی

مفتی ابو بکر نیلمی

مفتی ابو المصطفی محمد شاہد حمید قادری

مفتی محمد فرمان رضا مدنی

مفتی محمد عمیر علی حسینی

مفتی ابو معاویہ انتظار حسین کشمیری

مفتی محمد آصف قادری

مفتی ابو حزقیل محمد ارسلان جلالی

مفتی ابو احمد رئیس فلک شیر

مفتی ابو زاہد بشیر عطاری

مفتی ابن مولانا حضور بخش احسان احمد

مفتی تیمور احمد صدیقی

مفتی ابو رضا مولانا بابر صاحب

مفتی حبیب سلطان صاحب

مفتی ابو حمزہ محمد منور علی اعظمی

مفتی زبیر احمد جمالوی